ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

یونس جاوید کے ناول "کنجری کا پل" کا فکری و فنی جائزہ

An intellectual and technical review of Yunus Javed's novel "Kinjri Ka Pul"

سعیدہ حسین آفریدی

پی ایچ۔ڈی اسکالر، سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور

ڈاکٹر میاں ہمایوں

اسسٹنٹ پروفیسر، سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور

Abstract

Yunis Javed has got an emmanent position in his contemporary Urdu writers. His work for Urdu Literature both in prose and poetry spreads over dramas, novels, mystics, criticism and biological sketches. "Kanjri Ka Pull" is one of his three novels. The author has used a symbolic name of "Kanjri Ka Pull" for the boutique center run by Zohra Mushtaque. The main character of the novel "Kanjri Ka Pull" means in English as bridge for prostitute. The author by sheer dint of his artistic talent skill and temperament has unveiled the sexual abuse as game changer between sex sellers and money holders purchasing sex commodities in the form cat walker girls, call girls. Zohra Mushtaque the main character having been fully acquired with skill to attract the sex commodities in the shape of girl beauty and exchange it with mony holders who can pay its price. The author has successfully achieved his aim as social reformer by unveiling the ill of sex monger rich men, politicians and fraudy religious men who all take part in this game changer business. Though his living characters and versatility of skill of expression the author attracts readers for meaningful awareness and ground realities facts.

Keywords: *Yunis Javed, Novel, Style, Technique, Character, Art, Thought, Plot*

یونس جاوید اپنے منفرد اسلوب، فن کارانہ مہارت کی بنیاد پر نہ صرف اپنے معاصرین میں منفرد و ممتاز حیثیت رکھتے ہیں بلکہ نثری تخلیق کی دنیا میں وہ اپنی جداگانہ حیثیت بھی رکھتے ہیں۔ یونس جاوید ایک ہمہ جہت لکھنے والے ادیب ہیں۔ انھوں نے بڑے بڑے ادبی پرچوں کو اپنی دل آویز تحریروں سے سجایا۔ یونس جاوید کا شمار اردو ادب کے اس قبیلے میں ہوتا ہے جن کی تحریریں اسلوب، مقصدیت موضوع، زبان و بیان اور تکنیک کے اعتبار سے معیاری کہلاتی ہیں۔ ان کے موضوعات کی فہرست اتنی طویل ہے کہ زندگی کا شاید ہی کوئی ایسا پہلو یا موضوع ہو جس پر انھوں نے قلم نہ اٹھایا ہو۔ ان کے دور کے رجحان کے حوالے سے جبار مرزا لکھتے ہیں:

> "یونس جاوید فلم نگار، کہانی کار اور ڈراما نگار بھی ہیں۔ وہ افسانے کے افق پر اس وقت طلوع ہوئے جب پاکستان میں تجریدی اور علامت نگاری کا وفور ماند پڑ چکا تھا۔"[۱]

یونس جاوید نے اردو ادب کو تین بہترین ناول عطا کیے ہیں۔ جن میں ایک ناول "کنجری کا پل" بھی ہے۔ یہ ناول ۲۰۱۱ء میں جمہوری پبلکیشنز لاہور نے شائع کیا ہے۔ یہ ناول ۲۰۳ صفحات پر مشتمل ہے جو دو حصوں میں منقسم ہے۔ حصہ اول "کن فیکون" جبکہ حصہ دوم "کنجری کا پل" کے نام سے موسوم ہے۔ اس ناول کا موضوع طوائف اور اس کی نفسیات کے متعلق ہے۔ ایسے حساس موضوع پر ناول لکھنا ایک حافظ قرآن لکھاری کے لیے بلاشبہ بڑا کارنامہ ہے۔ جس میں ان کا بے باک انداز اور کھل کر لکھنا قاری کو حیران کر دیتا ہے۔ یونس جاوید نے اس ناول کے ذریعے طوائف کے کوٹھوں پر ہونے والی واردات کی جزئیات نگاری کی مدد سے اس گھناؤنے کاروبار سے پردے اٹھائے ہیں۔ ماڈل کے روپ میں ایک کال گرل کے کردار میں قاری کے سامنے معاشرے کے اس روپ کو پیش کیا ہے۔

اس ناول کی خصوصیت یہ ہے کہ طوائف کی زندگی کے ساتھ اس کے ماحول کا جائزہ گہرائی کے ساتھ لیا گیا ہے۔ غرض طوائف کی

زندگی کے ہر رخ کو ناول میں سمونے کی کوشش کی گئی ہے۔ ناول میں کال گرل کی زندگی اور سرگرمیوں کے علاوہ ایک پیر صاحب کی کہانی بھی ہے جن کی ایک پھونک سے روح کثافت دور ہوتی تھی۔ بالآخر یہی پیر صاحب طوائف کے ترشے ہوئے بدن کا خواستگار ہو جاتا ہے۔ ناول میں کمال مہارت کے ساتھ جسم فروشی کے کاروبار کو بے نقاب کیا ہے۔ فیشن اور بوتیک کی آڑ میں یہ گھناؤنی سرگرمیاں سامنے لائی ہے۔ ساتھ یہ دکھایا ہے کہ کیوں کر ایک عورت اپنے حالات زندگی، ذمہ داریوں، ضرورتوں اور مجبوریوں کے پیش نظر زندگی کے اس راستے پر چلنے لگتی ہے۔ یونس جاوید دکھاتے ہیں کہ کس طرح ظہرہ مشتاق کا بوتیک اس کاروبار کے لیے ایک پلیٹ فارم کا کردار ادا کرتا ہے:

> "ظہرہ مشتاق نے بوتیک کھول لی۔ وہ خود بھی کپڑوں کی کانٹ چھانٹ اور ڈیزائن میں مہارت رکھتی تھی۔ اس بوتیک کا نام بھی "ڈیزائن گھر" رکھا۔ بوتیک کی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ نت نئے ڈیزائن، فیشن پریڈین اور کیٹ واکس بھی لاتی ہے اور کیٹ واک۔۔۔ نئ فیشن پرست لڑکیوں اور جنس پرست عورتوں کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کی بنیاد ٹھہرتی ہے۔"۲

یونس جاوید نے اس ناول میں طوائف کی زندگی کے اصل روپ کو پیش کیا ہے جو طوائف اور عورت کے مابین موجود فرق کو ختم ہونے کے بعد سامنے آتا ہے۔ اس ناول میں ظہرہ مشتاق کا کردار ایسی عورت کا ہے جو اپنی خوشی سے ہر آزمائش و مصیبت سے گزر کر جسم فروشی کو اپنی ضروریات زندگی اور شوق کے لیے آخری وسیلے کے طور پر اختیار کر لیتی ہے اور پھر اپنی ساری کشتیوں کو جلا کر واپسی کے سارے راستے مسدود کر دیتی ہے۔ اس جانب پہلا قدم اٹھاتے وقت وہ اپنے آپ کو کچھ ایسا پاتی ہے:

> "ظہرہ کا چہرہ مہرہ عامیانہ سہی مگر اس کی منہ زور جوانی، قائم بالذات چھاتیوں اور پتھریلے بدن نے خود اس کے اندر طوفان اٹھا دیے تھے۔ تب اس نے خود کو ماڈل کے روپ میں پہلی مرتبہ دیکھا۔"۳

ظہرہ مشتاق کے طوائف بننے کا ایک محرک شتر بے مہار آزادی بھی ہے۔ ناول میں دکھایا گیا ہے کہ مرد کی طرف سے عورت کو مکمل آزادی ایک اس کو تباہی کی راہ کی طرف بڑھاتی ہے۔

بطور مجموعی یہ ناول صرف طوائف یا اس کی زندگی کا احاطہ نہیں کرتا بلکہ عورت، اس کے مسائل اور اس کی زندگی کے شب و روز کا مکمل جائزہ پیش کرتا ہے۔ عورت کا گناہ کے راستے پر گامزن ہونے سے پہلے اور یہ راہ چننے کے بعد تمام مراحل کا جزئیات کے ساتھ بیان اس ناول میں موجود ہے۔ نیز عورت کی نفسیات بھی جگہ جگہ دیکھنے کو ملتی ہے۔

ناول کا پلاٹ مربوط ہے۔ مرکزی کہانی کے ساتھ مزید چار کہانیاں جڑی ہوئی ہیں۔ یہ تمام کہانیاں مختلف کرداروں کی زندگی پر مشتمل ہیں۔ ناول کا پلاٹ ان ہی کہانیوں سے تشکیل پاتا ہے۔ پلاٹ میں کہیں کہیں پر انتشار کا عنصر دیکھنے کو ملتا ہے لیکن یونس جاوید کی کہانی پر گرفت، منطقی ربط و ضبط اور ترتیب و ترسیل کے نظام کی وجہ سے یہ انتشار قاری پر گراں نہیں گزرتا۔ اس کے علاوہ تجسس و جستجو کی وجہ سے بھی قاری روانی کے ساتھ کہانی کے ساتھ آگے بڑھتا جاتا ہے۔ کہانی کے تمام واقعات کے آپس میں جڑنے اور ایک واقعہ دوسرے کا منطقی نتیجہ ہونے کی وجہ سے ناول کو آخر تک دلچسپ رکھتا ہے۔

کردار نگاری کے حوالے سے یہ ناول نسوانی کرداروں کا حامل ہے۔ اہم کردار ظہرہ مشتاق، فیروزے، صبا ذادی، صندل، مشتاق مالی، بابا

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

عطار، دیوان عاشق حسین، جام مصدق، سلمان گوہر، مہر النساوغیرہ ہیں۔ ظہرہ مشتاق اس ناول کا مرکزی کردار ہے جس کی پیشکش نہایت فطری انداز میں کی گئی ہے۔ کوٹھے کے جنس زدہ ماحول میں اس کی ذہنی تشکیل کا پہلو مصنف کے پیش نظر رہا۔ ظہرہ مشاق ایک ماڈل کے روپ میں آتی ہے جو اس پیشے سے منسلک تمام عیاریاں اور باریکیاں جلد کی سیکھ جاتی ہے اور پروفیشنل انداز میں اپنی اس زندگی سے جڑی جاتی ہے۔ اس ناول کے کرداروں کے حوالے سے ڈاکٹر سلیم اختر رقم طراز ہیں:

""" کنجری کا پل" بنیادی طور پر نسوانی کرداروں کا ناول ہے۔ اس میں مرد برائے نام ہیں۔ یا تو پالتو شوہر (مشتاق) کے طور پر یا جسموں کی پرکھ کرنے والے امیر مرد (دیوان عاشق حسین) کہ اچانک حضرت باباجی عطار کی صورت میں ایسے مرد سے تعارف ہوتا ہے۔ ظہرہ مشتاق جس کی عقیدت مند ہے، جو استخارہ بھی کرتا ہے مگر اسی ظہرہ کی بھرپور اور سنہری چھاتیوں کے ساتھ جس کی نگاہ چپک جاتی ہے۔"[۴]

اس کردار کی مدد سے ایک عورت کی نفسیات کے ساتھ ساتھ برائی کی راہ پر چلتی عورت کی زندگی کے شب وروز جزئیات کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں۔ دوسرا اہم کردار فیروزے کا ہے۔ فیروزے جام مصدق کے لیے دشمنی ختم کرنے کا جنسی ہتھیار ثابت ہوئی اور جام صاحب کے کئی دشمن فیروزے کی تیز جنسی بھٹی میں راکھ ہو گئے تھے۔ ناول میں فیروزے کی جوانی، اس کی طوائف کی زندگی اور اس کا عشق، ہر موڑ پر واقعات اپنی تمام جزائیات کے ساتھ اجاگر ہوتے ہیں۔ اس ناول کے تمام کردار کہانی آگے بڑھانے میں اہم ثابت ہوتے ہیں۔ کوئی کردار اضافی یا غیر ضروری نہیں۔ ظہرہ مشتاق سے لے کر بابا عطار تھے، ہر کردار کہانی میں اپنا حصہ ڈالتا نظر آتا ہے۔ ناول کی کہانی کا زیادہ حصہ کرداروں کی زندگی اور ان کے واقعات پر مشتمل ہے۔ اس لیے ہر چھوٹا بڑا کردار ناول کے لیے ضروری اور کہانی کے ساتھ گہرائی سے جڑا ہوا ملتا ہے۔

ناول کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یونس جاوید کو مکالمہ نگاری کے فن پر بھی عبور حاصل ہے۔ ناول میں کرداروں کے مکالمے فطری اور برجستہ ملتے ہیں۔ ناول کے مکالمے کرداروں کے مقام و مرتبے اور زندگی سے ہم آہنگ ہیں۔ مکالموں سے کرداروں کی نفسیات اور ذہنی کیفیت خوب واضح ہے۔ جہاں طنز مقصود ہو وہاں طنز کی کاٹ محسوس کی جاتی ہے۔ غرض لہجے اور موڈ کی عکاسی مکالموں کے جملوں اور الفاظ کے چناؤ سے اچھے سے ہوتی ہے۔

"مگر ماما۔۔۔ ایسا کیا راز ہے اس میں؟

جان۔۔۔ میری زندگی۔۔۔ رک کر وہ الفاظ کا انتخاب کرتی رہی۔ پھر بولی جینے کے لیے چندا، بھلے کے لیے"

مگر ماما۔۔۔"

پلیز مہرو۔۔۔ اگر مگر نہیں چلے گا۔ جو کہہ دیا۔ اسے ذہن میں نقش کر لو اور خود کو گمنام بنا کر صرف ایھر کشن پر نگاہ رکھو جس کے لیے تڑپ رہی تھیں۔"

میرے کلاس فیلوز تو جائیں گے سی آف کرنے؟"[۵]

مکالموں کا یہ انداز نہ صرف فطری ہے بلکہ حالات، زندگی، ممتا، ماحول، حیرانی اور گہرے مشاہدے جیسے بیرونی واندرونی عناصر موجود

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

ہیں۔ کبھی کبھی داخلی محسوسات میں آہٹیں، ماحول کی خاموشی، متحرک کیفیات بھی شامل ہو جاتی ہیں۔ ان سے مکالموں کا تاثر مزید گہرا ہو جاتا ہے۔ ناول کے کچھ مکالموں میں داخلی لچکداری بھی ملتی ہے۔ جس سے مکالمے جیسے بہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مکالموں کی نمایاں خوبی بر محل ہونا اور برجستگی ہے جو شروع سے آخر تک قائم رہتی ہے۔ ناول میں مکالموں کے علاوہ منظر نگاری کا پہلو بھی عمدگی سے نبھایا گیا ہے۔ موضوع کو پیش کرنے کے لیے یونس جاوید نے بہترین انداز میں منظر نگاری سے بھی کام لیا ہے۔ طوائف کے کوٹھے کا ماحول دکھانا بہترین منظر نگاری کی بدولت ممکن ہوا۔ منظر نگاری کے ضمن میں ان کی جزئیات نگاری کی خوبی کام آئی ہے۔ جزئیات نگاری ان کے مناظر میں جان ڈالتی نظر آتی ہے۔

> ”دن بھر نئے سے نیا چہرہ اور ایک سے ایک بدن، ڈیزائن گھر آتا۔ لباس تیار ہوتے۔ فیشن شو کے لیے کیٹ واک اور ان میں رال ٹپکاتے بڑے پیٹوں والے جویوروز اور ڈالرز میں لین دین کرتے تھے اور جن کے پاس ہر اچھے بدن اور فیشن کو خرید لینے کی طاقت بھی تھی، جستجو بھی۔“٦

الفاظ اور تشبیہات کی مدد سے خودکشی کے منظر کو نا صرف تصویر کی مانند دکھایا بلکہ خودکشی کے بعد کی المناکی اور اداس کیفیت کو بھی اجاگر کرنے میں کامیاب ٹھہریں ہیں۔ اسی طرح منظر نگاری کرتے وقت کیفیات و محسوسات بھی تصویر کی طرح قاری کی آنکھوں کے سامنے پھرا دیتے ہیں:

> ”اس عورت کی آنکھوں میں ابھی تک امید کی لو یوں جاگ رہی ہے جیسے آنکھوں میں ستارے بھرے ہوں۔ آنکھوں کی پتلیوں میں ہیروں جیسی کنیاں جیتی ہیں اور تھکی زندگی اپنے چاروں اور سکاریاں پروئے عالم سکرات کو تکتی ہے۔“٧

چونکہ یونس جاوید ایک ڈرامانگار ہیں۔ اس لیے ان کے فن پر فنِ ڈرامانگاری حاوی ہے۔ اس ناول میں بھی ڈرامائی انداز دیکھنے کو ملتا ہے۔ اگرچہ تکنیک ناول کا روایتی ہے لیکن ڈراما سے کافی مشابہت موجود ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر سلیم اختر اپنی رائے قلم بند کرتے ہیں:

> ”یونس جاوید ڈرامانگار ہے اس لیے اس نے غیر شعوری طور پر ناول کو ڈراما کے انداز میں قلم بند کیا، خصوصاً ناول کا پہلا حصہ ”کن فیکون“ تو سکرین پلے محسوس ہوتا ہے (Cut to cut) فریم تبدیل کرتا جاتا ہے۔“٨

اس ناول میں یونس جاوید کا اسلوب انتہائی رواں اور سلیس ہے۔ موضوع کی مناسبت سے جگہ جگہ بے باکانہ انداز اختیار کیا ہے۔ چونکہ بنیادی موضوع ایک طوائف ہے اس لیے بولڈ واقعات کے لیے بولڈ انداز اختیار کرنا ضروری امر ٹھہرتا ہے۔ موضوع کو جس انداز سے برتا ہے تو مجموعی تاثر یہی ابھرتا ہے کہ یونس جاوید نے شائستہ انداز بیان سے کام لیا ہے۔ اگرچہ بعض مقامات پر اپنی جزائیات نگاری کی وجہ سے مناظر کو خاصا کھل کر بیان کیا ہے لیکن موضوع اور فن کا تقاضا یہی تھا کہ مکمل حقیقت نگاری سے کام لے کر کہانی بیان کی جائے۔ اس لیے ناول میں لگی لپٹی رکھے بغیر قلم کا بے باکی سے استعمال کیا گیا ہے۔ ناول کا پلاٹ کئی کرداروں کی جنسی زندگی پر استوار ہے۔ ناول میں جگہ جگہ قاری کو اسلوب کی سحر کاری اور چاشنی اپنی جانب متوجہ کرتا رہتا ہے۔ نئی و نادر تراکیب، بر محل اصطلاحات اور دیگر زبانوں کے الفاظ کا استعمال اسلوب کو نیا ذائقہ عطا کرتا ہے۔ اسلوب کی اس خوبی کے حوالے سے آغا گل رقم طراز ہیں:

”اس نے حسب ضرورت اظہار کے لیے عربی، فارسی، انگریزی اور پنجابی سے لفظ منتخب کیے اور خوبصورتی سے انہیں برتا۔ اس نے نئی تراکیب بھی متعارف کرائیں اور حسین انداز بھی اختیار کیے جیسے ”چاند رتبے جیسے لمحات کا حسین عرصہ“ یا ”میں ان کی رسیلی موت ہوں“ اور کیفیات کے لیے اندر باہر اترتی ریت۔“۹

تکنیک کے ضمن میں جس طرح ذکر ہوا کہ ناول کا روایتی بیانیہ تکنیک استعمال ہوا ہے۔ ساتھ ساتھ کردار نگاری کی تکنیک سے بھی کام لیا گیا ہے۔ آغاز واحد متکلم کی تکنیک سے کی گئی ہے:

”مجھے ہر روز کہانی کی جستجو رہتی ہے۔ میں آج بھی کہانی ہی کی تلاش میں یہاں تک آگیا ہوں۔ یہ چوراہاں امارات کی ریاستوں میں مزدوری کرنے والوں سے منسوب ہے۔ اس لیے کہ اس کے آس پاس نیلی، ہری، لال کوٹھیاں جو سالوں میں نہیں۔۔۔ مہینوں میں یوں اُگتی چلی گئی ہیں جیسے خودرو گھاس۔“۱۰

پیچ پیچ میں حسب ضرورت فلیش بیک تکنیک بھی استعمال ہوئی ہے:

”اسے یاد آیا کہ شاجی کو اس کا چوڑی دار پاجامہ، جس قمیض کے چاک کمر تک چلے گئے ہوں بہت، بے حد پسند تھا۔ انہیں ظہرہ مشتاق کے بالوں سے بھی عشق تھا جو گھٹنوں تک چلے جاتے تھے۔“۱۱

بطور مجموعی ناول ”کنجری کا پل“ فن و فکر کا حسین امتزاج ہے۔ یونس جاوید اپنے فن کی بدولت اس ناول کے موضوع کو پیش کرنے میں کامیاب ٹھہریں ہیں۔ ناول کا موضوع خاصا حساس تھا، فنی مشاق کا متقاضی۔ طوائف، کوٹھا اور جنسی زندگی کے شب و روز کو قلم بند کرنا ذمہ داری کا کام ہے جو یونس جاوید اپنے بہترین اسلوب، تکنیک اور دیگر فنی لوازم پر گرفت کی وجہ سے برتنے میں کامیاب ٹھہریں۔

حوالہ جات

۱۔ جبار مرزا، ”ڈاکٹر یونس جاوید اور حسین احمد شیرازی“، روزنامہ جنگ لاہور، ۱۳ جون ۲۰۱۴ء

۲۔ یونس جاوید، کنجری کا پل، لاہور: جمہوری پبلکیشنز، جولائی ۲۰۱۱ء، ص ۱۹۶

۳۔ ایضاً، ص ۲۲

۴۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، ”کنجری کا پل اور یونس جاوید، مشمولہ ماہنامہ چہار سو، راولپنڈی، جلد ۲۵، شمارہ جنوری فروری ۲۰۱۶، ص ۴۷

۵۔ یونس جاوید، کنجری کا پل، لاہور: جمہوری پبلکیشنز، جولائی ۲۰۱۱ء، ص ۶۰

۶۔ ایضاً، ص ۲۵

۷۔ ایضاً، ص ۲۰۳

۸۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، ”کنجری کا پل اور یونس جاوید، مشمولہ ماہنامہ چہار سو، راولپنڈی، جلد ۲۵، شمارہ جنوری فروری ۲۰۱۶، ص ۴۶

۹۔ ایضاً، ص ۵۴

۱۰۔ یونس جاوید، کنجری کا پل، لاہور: جمہوری پبلکیشنز، جولائی ۲۰۱۱ء، ص ۲۱

۱۱۔ ایضاً، ص ۴۶